اوم

غم احباب شاد

۱۳۵۹

از جناب نرسنگھ داس صاحب عالی

عماد پریس

نذرِ محبت

میں ہمیشہ جسکی نظر اور یاد میں رہا۔ میں نے جسکی دل سے تعظیم کی۔ آج اُسی مقبولِ عام ہستی کی جدائی سے مضطرب ہوں بیقرار ہوں۔ اُسی کی یاد میں یہ دُکھ بھری بتیاں سنا رہا ہوں یہ پریم کی آخری بھینٹ ہے۔

میرے محترم مہاراجہ بیکنٹھ باشی! آپ دوسری بلند عظیم الشان دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس دور افتادہ پریمی کی یہ ناچیز نذر قبول فرمائیں۔ فقط

آپکا ایک دکھی پریمی

سنگھ راج



عالیجناب سر کشن پرشاد یمین السلطنت پیشکار و سابق مدار المهام و صدر اعظم سرکار عالی المتخلص شاد مرحوم
و مصنف کتاب هذا

اوم

رباعی

سچ ہے کہ جہاں میں شادمانی کب تک — سچ ہے کہ جہاں میں زندگانی کب تک
سونی محفل ہے عالی اک شاد بغیر — بے صاحب خانہ میہمانی کب تک

ایضاً

اخلاص و وفا کے خضر راہ بنو — خلقت کیلئے باد سحرگاہ بنو
سکھلایا سبق شاد نے عالی سب کو — ملک و مالک کے یوں ہی خواہ بنو

ایضاً

شوکت رہتی ہے اور نہ ثروت رہتی — منصب رہتا ہے اور نہ خدمت رہتی
عالی رہتا ہے نیک نام انسان — جو نیک عمل ہیں ان کی شہرت رہتی

ایضاً

اعلیٰ ہے وہی جس کی صفت ہو اعلیٰ — نیکی سے بڑا ہو سابقہ اور پالا
عالی ہے یہ اقوال بزرگان قطعی — اولاد سے بڑھ کر ہے عمل کا درجا

رُباعی

اخلاق و کرم آپکا دنیا میں نہیں
ڈھونڈھے سے نظیر اسکی ملیگی کہیں
خوش خلق تھی شاد و سادہ آتا حالی
بالائے فلک ہے نہ سرِ فرشِ زمیں

ایضاً

دیتے ہوئے حیرت بھی شرماتے تھے
بے موقع و بے محل نہ گرماتے تھے
حالی کس سے کہے وہ دل کی باتیں
ہر لحظہ و ہر لمحہ جو فرماتے تھے

ایضاً

بندش میں بھی قیود میں بھی آزاد تھے تم
ہر چھوٹے مسافر کی فقط یاد تھے تم
حالی نے تمہیں دیکھا ہے ہر حالت میں
ناشادی و شادی میں بھی شاد تھے تم

ایضاً

دل صاف تھا طینت کے بڑے پاک تھے تم
بحرِ کرم و جود کے پیراک تھے تم
حالی ہی نہیں کہتے ہیں سب اہلِ وطن
با وضع امیروں میں تھے بیباک تھے تم

رباعی

نا شر تھے ادیب تھے مصور تم تھے — دل والے سخی داتا مخیر تم تھے
کیا اور کہے عالیؔ خستہ تم کو — بیچارہ و بیکس کے مقدر تم تھے

ایضاً

جھلسا یا ہوا ہے آج باغِ شاداں — کمھلایا ہوا ہے آج باغِ شاداں
اِک شاد سا جو اُڑ گیا ہے عالیؔ — مرجھایا ہوا ہے آج باغِ شاداں

قطعہ

شاہ عثمان سے ہے دکن آباد — علم اور فن کی جن سے تھی امداد
آج ہے رنج میں دکن عالیؔ — حضرت شاد کر گئے نا شاد

ایضاً

حضرت شاد شاد کرتے تھے — لطف حد سے زیادہ کرتے تھے
خلق کا معجزہ یہ تھا عالیؔ — سب کے سب ان کو یاد کرتے تھے

قطعہ

موہ لینا یہ دل ربائی تھی — اور مروت بھی انتہائی تھی
خلق و احساں کی سیرت عالی — شاد تم نے کہاں سے پائی تھی

ایضاً

یوں مروت کو چھوڑ کر جانا — منہ محبت سے موڑ کر جانا
حضرت شاد یہ نہ تھا اچھا — سارے رشتوں کو توڑ کر جانا

ایضاً

دل میں ہیں داغ لب پہ ہیں نالے — زخم اب تک جگر کے ہیں آلے
شاد سے عالی اب کہاں پائیں — اک زمانے کو پوچھنے والے

ایضاً

آج رونا ہے اپنی پستی پر — دل کی اجڑی ہوئی سی بستی پر
سینکڑوں کیا ہزاروں اے عالی — روتے ہیں شاد جیسی ہستی پر

قطعہ

کیوں آج مکدر یہ زمانہ کی فضا ہے — کیوں بدلی ہوئی گلشن عالم کی ہوا ہے
کیا خلق و مروت ہی مرخص ہوئے عالی — مہراج کا ماتم جو ہر اک گھر میں بپا ہے

ایضاً

ہائے کس نیند آپ سوتے ہیں — اپنا سرمایہ سارا کھوتے ہیں
آہ نزدیک بیٹھکر عالی — آپ کو شاد کیسے روتے ہیں

ایضاً

شر مٹانے کو شاد آتے ہو — بہر رفع فساد آتے ہو
تم کو بھولے گا کسطرح عالی — تم ہی ہر وقت یاد آتے ہو

قطعہ تاریخ مصنفہ راے مہراج ساقی فرزند اکبر راجہ نرسنگ راج بہادر عالی

دور آنکھوں سے ہیں لیکن دل میں اپنے شاد ہیں — گھر ہو خواہ بن کہ اُن کے ذکر سے آباد ہیں
لب ساقی کے صدا آئی یہ سال وفات — کر رقم۔ دیکھ یہ مع آتا کشن پرشاد ہیں

۱۹ ۶ ۳۰

اوصاف مہاراجہ آنجہانی

پلا کر مہاراجہ جام محبت
ہمیں کر گئے قید دام محبت

سحر سنتے تھے ہم سے امید افزا
ہوئی کسطرح ہائے شام محبت

ہر اک قرض کی تو ہے ممکن ادائی
ادا ہو نہیں سکتا وام محبت

محبت میں ہے شاد تو زندہ دائم
نہ بھولیں گے ہم احترام محبت

سخی داتا تو مثل حاتم کرن تھا
ہے مشہور۔ اب فیض عام محبت

تجھے یاد تھا دل کا تسخیر کرنا
تری چال تھی اک خرام محبت

تو مالک کا اپنے تھا شیدا فدائی
انہیں کا تھا تو اک غلام محبت

تو سابع نظام دکن کا تھا خادم
تجھی سے تھا قائم نظام محبت

ادب اور تہذیب تھی ختم تجھ پر
تجھی پر ہوا اختتام محبت

دکن کی قدامت تھی قائم تجھی سے
ہوا تجھ پر آخر سلام محبت

فضیلت محبت کی باقی کہاں ہے
کرے کون اب اہتمام محبت

محبت ہوا اب ایک قصہ ہی قصہ
سنا کیجئے خالی نام محبت

سبق تو نے سکھلا یا ہر ہر قدم پر
ہمیشہ پڑا آپ سے کام محبت

غریب اور امیر آج روتے ہیں تجھ کو
چھلکتا ہے اب تک مشام محبت

تو شعر و سخن میں عمل میں تھا صوفی — تجھے یاد تھا انصرام محبت
محبت پہ مرتے ہیں عاشق سمجھ کر — ہے اونچا ہر اک سے مقام محبت
صداقت سے دنیا کی ہستی ہے قائم — ہے موقوف اسی پر قیام محبت
ابھی خواجہ راجہ کی باقی تھی شادی — پلایا نہ کیوں ان کو جام محبت
تجھے آرزو دل سے بیحد تھی اسکی — ہوئی صبح سے پہلے شام محبت
مرا نام تو نے لیا بیہوشی میں — دیا مرتے دم تک پیام محبت
محبت میں ہم پاس مریں چل بسے تم — رہا کیا یہی انصرام محبت
کروں ناز کس پر گیا ناز بردار — سناؤں کسے اب میں نام محبت
ہیں بے دام کا تیرا بندہ تھا اے شاد — تھا افسانہ نا تمام محبت

تو عالی کو اپنے دعا دیتے جانا
اسے بھی ملے کاش جام محبت

قطعہ تاریخ مصنفہ رائے گردھر لال جی آفت اکبر [illegible]

کیا مجھ سے جناب شاد بھی — دوست بھی راجہ تھے شاد بھی
بولا تاریخ کا مصرعہ مجھے — ایسا شعر [illegible] شاد بھی

۱۳ [illegible] ۱۳۲۹

مرثیہ

کیا سناؤگے داستان عالی — بے گل و نخل بوستان عالی
دل پہ وحشت ہے بیگمان عالی — سب ہیں گویا تو بے زبان عالی

حضرت شاداب کہاں عالی

آج کیا واقعہ ستم زا ہے — ماجرا یہ تو روح فرسا ہے
سب ہیں مایوس دل ہی بیٹھا ہے — لب پہ ہر ایک کے یہ جملا ہے

حضرت شاداب کہاں عالی

وقت بھی ایسا وقت آتا ہے — جو سخی بندہ نیک داتا ہے
ساری دنیا کے دل کو بھاتا ہے — کال کیا تو اُسے بھی کھاتا ہے

حضرت شاداب کہاں عالی

کیا خبر تھی کہ آٹھویں کے دن — ہوگا سنتر برسات کا جوبن
موت آکر چکائے گی یہ رِن — گھر کو سونا کرے گی ان کے بن

حضرت شاداب کہاں عالی

ان کا بچپن بہار ہی میں گیا — علم و فن کے جوار میں ہی گیا
سب بزرگوں کے پیار میں ہی گیا — سچ تو یہ ہے شمار میں ہی گیا

حضرت شاداب کہاں عالی

یہ جوانی میں ٹھاٹ والے تھے　　جو حصلے خوب ہی نکالے تھے
اپنے نانا کے یہ حوالے تھے　　نازکے نعمتوں کے پالے تھے

حضرت شاداب کہاں عالی

تھی کچھ ایسی بلند اقبالی　　دل کی تھیں آرزوئیں سب پالی
خشک اُمید کی نہ تھی ڈالی　　نہ مُرادِ دلی کبھی ٹالی

حضرت شاداب کہاں عالی

بعد نانا[1] کے آگئی آفت　　پیشکاری نہ ملنے سے زحمت
رات دن دل میں تھی یہی کلفت　　کسطرح سے ملے گی اب راحت

حضرت شاداب کہاں عالی

زہران کو دیا گیا نہ مرے　　فیران پر کیا گیا نہ مرے
اِن سے بدلہ لیا گیا نہ مرے　　جب تک ان سے جیا گیا نہ مرے

حضرت شاداب کہاں عالی

شاہ آصف جو جوش میں آئے　　سارے خدام ہوش میں آئے
نصرتِ سرفروش میں آئے　　سب حقائق بھی گوش میں آئے

حضرت شاداب کہاں عالی

---

[1] مراد از مہاراجہ نریندر بہادر پیشکار مطیع پاشی ـ

پھر وزارت کی حشم آیا — جسم مردہ میں تازہ دم آیا
اوج پر جاہ ایک قسم آیا — شاہ کا گھر میں تب قدم آیا

حضرت شاہ اب کہاں عالی

پھر صدارت تھی شاہ عثمان سے — پھر فراغت تھی شاہ عثمان سے
ساری عزت تھی شاہ عثمان سے — سب حکومت تھی شاہ عثمان سے

حضرت شاہ اب کہاں عالی

سب سے آگے تھے یہ قطاروں میں — اور بالک تھے یہ پیاروں میں
تھے پسندیدہ شہریاروں میں — سب سے اول تھے جاں نثاروں میں

حضرت شاہ اب کہاں عالی

ان کو دولت تھی اور حکومت تھی — ان کو اولاد تھی فراغت تھی
ان میں حکمت تھی اور مروت تھی — ان میں نیکی تھی اور سعادت تھی

حضرت شاہ اب کہاں عالی

حسن اور عشق کے شناور تھے — رحم و لطف و کرم کے خاور تھے
نیک قسمت تھی بخت یاور تھے — سب میں ذیشان فضل داور تھے

حضرت شاہ اب کہاں عالی

شان رکھتے تھے شان والے تھے　　آن رکھتے تھے آن والے تھے

جھنڈوں کے نشان والے تھے　　جان دیتے تھے جان والے تھے

حضرت شاداب کہاں عالی

ان کی تقدیر دوسروں پہ تھی　　ان کی تدبیر دوسروں پہ تھی

ان کی توقیر دوسروں میں تھی　　ان کی تصویر دوسروں میں تھی

حضرت شاداب کہاں عالی

عیش و عشرت کے کامراں تھے یہ　　طالب حسن جاوداں تھے یہ

عشق کے بندے بیگماں تھے یہ　　عاشقوں کے مزاج داں تھے یہ

حضرت شاداب کہاں عالی

ان کو جو کچھ ملا کسے وہ ملا　　ان کو جو کچھ پھلا کسے وہ پھلا

شاد کا تھا بلندیوں درجا　　سب امیروں میں تھا بڑا رتبا

حضرت شاداب کہاں عالی

یہ قدامت کی شان رکھتے تھے　　وضعداری کی آن رکھتے تھے

دکھ بھرے دل کا پان رکھتے تھے　　مرنے والے کی جان رکھتے تھے

حضرت شاداب کہاں عالی

ان کی حالت کوئی بتائے کیا — دل کا اندازہ بھی لگائے کیا
جاں گسل واقعہ سنائے کیا — دل جلوں کو کوئی جلائے کیا

حضرت شاداب کہاں عالی

دل تھا ان کا کہ آئینہ یا موم — کبھی اللہ زباں پہ تھا کبھی اوم
مہرباں سب پہ ۔ ہو شریف کہ دُم — سب اسیر کوئے اسد ہو کہ لوم

حضرت شاداب کہاں عالی

تھے پیمبر کے مدح خوانوں میں — تھے سری کرشن کے بیانوں میں
ورد گیتا کا سب زبانوں میں — اہل عرفاں کے رازدانوں میں

حضرت شاداب کہاں عالی

ان کا مذہب تھا مذہب ہمہ اوست — ان کا مطلب تھا مذہب ہمہ اوست
ان کا قالب تھا مذہب ہمہ اوست — ان کا مشرب تھا مشرب ہمہ اوست

حضرت شاداب کہاں عالی

تھے جری سینہ تاننے والے — معرفت کے تھے چھاننے والے
تھے فقیروں کے ماننے والے — رمزیں سب انکی جاننے والے

حضرت شاداب کہاں عالی

عشق اور حسن کے تھے متوالے　　گنج زر کتنے پھونک ہی ڈالے
رنگ کیا کیا تھے دیکھے اور بھالے　　عیب خوبی کے جانچنے والے

حضرت شاد اب کہاں عالی

ورد غیروں کا سن کے روتے تھے　　ہو کے بے چین پھر نہ سوتے تھے
اشک سے گھنٹوں منہ کو دھوتے تھے　　بیج رحم و کرم کے بوتے تھے

حضرتِ شاد اب کہاں عالی

آخرت انکو جی سے پیاری تھی　　ورد تھا غم تھا آہ وزاری تھی
دھیان حق کا تھا یادباری تھی　　اللہ والوں سے خوب یاری تھی

حضرت شاد اب کہاں عالی

دین کا ورد تھا نہ کب ان میں　　تھا نہ غصہ بھی بے سبب ان میں
اپنے مالک کا تھا ادب ان میں　　ہمنے دیکھا ہے خوف رب ان میں

حضرت شاد اب کہاں عالی

ان کی دولت میں سیم و زر ہی نہ تھا　　انکی محفل میں کینہ در ہی نہ تھا
بند سائل پہ ان کا در ہی نہ تھا　　اہل حاجت کو کچھ خطر ہی نہ تھا

حضرت شاد اب کہاں عالی

اہل فضل ان کے پاس آتے تھے — فن جو رکھتے تھے فن دکھاتے تھے
ان سے جو بعض سیکھ جاتے تھے — سر ادب کا کبھی جھکاتے تھے

حضرت شاد اب کہاں عالی

منطقی تھے دلیل رکھتے تھے — کب کسی کو دلیل رکھتے تھے
شرع کو جو کفیل رکھتے تھے — ان کی اچھی سبیل رکھتے تھے

حضرت شاد اب کہاں عالی

کوئی اہل ہنر جو آتا تھا — پہلے بستر یہیں لگاتا تھا
خالی ہاتھوں جو پاس جاتا تھا — دُرِ مقصود رول لاتا تھا

حضرت شاد اب کہاں عالی

سائلوں کو بھی دلاتا تھا — بعد شاہ دکن یہ داتا تھا
خالی در سے کوئی نہ جاتا تھا — جو تھا تقدیر میں وہ پاتا تھا

حضرت شاد اب کہاں عالی

سب امیروں سے اچھی راہیں تھیں — سب طریقوں میں وسعتگاہیں تھیں
ساتھ والے گئے تو آہیں تھیں — ان کے گھر بار پر نگاہیں تھیں

حضرت شاد اب کہاں عالی

وارثِ جوش و باغِ شاداں تھے — اہلِ فکر و سراغِ شاداں تھے
بلبلِ نخلِ باغِ شاداں تھے — یہی چشم و چراغِ شاداں تھے

حضرتِ شاد اب کہاں عالی

خلق میں تھے یہ بے نظیر و جواب — یہ تھے مشہور واقفِ آداب
جامہ زیبی میں تھی آب و تاب — کون پا سکتا ہے بتائیں حساب

حضرتِ شاد اب کہاں عالی

آم کے میوے کے بڑے شائق — بخت ور ہیں تھے کامل و فائق
تھے ذہین و متین عجب حاذق — سینکڑوں کیا ہزاروں میں لائق

حضرتِ شاد اب کہاں عالی

ان کی محفل میں تھے ضیا سائل — داغ و اختر جلیل سے کامل
عرفانی تھے محوی اور مائل — تیرِ الطاف کے سبھی گھائل

حضرتِ شاد اب کہاں عالی

ہم سے ممکن نہیں گنائیں نام — ہم سے ممکن نہیں سنائیں نام
سینکڑوں ہی تھے کیا بتائیں نام — ہے جگہ تنگ کیسے لائیں نام

حضرتِ شاد اب کہاں عالی

سلہ مہاراج چندو لال

شاعروں کو بلائیگا اب کون نازان کے اُٹھائیگا اب کون
پاس اُن کو بٹھائیگا اب کون ساتھ اپنے کھلائیگا اب کون

حضرتِ شاداب کہاں عالی

نہ سخن ہے نہ بزم ہی باقی صرف آپس کی رزم ہی باقی
اب نہ عازم نہ عزم ہی باقی پختہ رائیں نہ جزم ہی باقی

حضرت شاداب کہاں عالی

محفل شاد یادگار رہی ہر زمانہ میں سازگار رہی
یہ وہ محفل تھی نوربار رہی کامیابی سے پُربہار رہی

حضرت شاداب کہاں عالی

شاعری میں کمال رکھتے تھے راگ کا بھی خیال رکھتے تھے
رند تھے مست حال رکھتے تھے پر بزرگوں کی چال رکھتے تھے

حضرت شاداب کہاں عالی

لکھتے تھے یہ فقیر اپنے کو جانتے تھے حقیر اپنے کو
نہ وہ سمجھے دبیر اپنے کو نہ امیر و وزیر اپنے کو

حضرت شاداب کہاں عالی

ہند و یورپ میں انکا نام ہوا — نام مقبول خاص و عام ہوا
ان کا دشمن بھی آکے رام ہوا — مقصد زندگی تمام ہوا

حضرت شاداب کہاں عالی

علم جوتش کو تم سے زینت تھی — سینکڑوں کی تمہیں سے ہمت تھی
طب کے ماہر تھے تم میں حکمت تھی — سچ ہے تم پہ خدا کی رحمت تھی

حضرت شاداب کہاں عالی

تم بروں کو بھلا سمجھتے تھے — جان کر برملا سمجھتے تھے
کوئی ہو با صفا سمجھتے تھے — با صفا با خدا سمجھتے تھے

حضرت شاداب کہاں عالی

کبھی انکار لب پہ آیا نہیں — کبھی اصرار لب پہ آیا نہیں
حرف تکرار لب پہ آیا نہیں — لفظ بیکار لب پہ آیا نہیں

حضرت شاداب کہاں عالی

تم کو صنعت میں دخل اتنا تھا — کیا بتائے کوئی کہ کتنا تھا
جانتے ہیں عمل بھی جتنا تھا — عطر تھا آپ کا کہ فتنا تھا

حضرت شاداب کہاں عالی

دوستوں پہ ہمیشہ مرتے تھے — شان کا کچھ نہ دھیان دھرتے تھے
بے دھڑک کام اُن کا کرتے تھے — دم ہمیشہ اُنہی کا بھرتے تھے

حضرت شاداب کہاں عالی

دکھ ہو اُن کو تو زرد تھے خود تم — اُن کی زحمت سے سرد تھے خود تم
شاملِ رنج و درد تھے خود تم — کیا کہیں کیسی فرد تھے خود تم

حضرت شاداب کہاں عالی

کیا محبت تھی کیا مُروت تھی — کیسی ہمت تھی کیا شجاعت تھی
کب تھی فرصت کہاں فراغت تھی — کیسی داد و دہش سے رغبت تھی

حضرت شاداب کہاں عالی

راجہ باقیؔ[1] کے قدرداں تم تھے — اور عالیؔ پہ مہرباں تم تھے
میری عزت کے آسماں تم تھے — زیست کی میری استاں تم تھے

حضرت شاداب کہاں عالی

تم نے چاہا مجھے بڑھایا مجھے — اپنا کر کے گلے لگایا مجھے
میں نہ آیا تو پھر بلایا مجھے — حال دل کا بھی سنایا مجھے

حضرت شاداب کہاں عالی

---

[1] والدِ باقیؔ ۔

آپ کو ہم بھلا نہیں سکتے — یاد دل سے مٹا نہیں سکتے
ایسی دولت گنوا نہیں سکتے — فیض صحبت چھپا نہیں سکتے

حضرت شاداب کہاں عالی

کب ہو دیدار دل بھٹکتا ہے — یاد سے ہر گھڑی دھڑکتا ہے
دم بھی سینے میں اب سسکتا ہے — حال بگڑا ہوا ہے سکتا ہے

حضرت شاداب کہاں عالی

آج راحت محل کا تاج نہیں — شوہری حیف انکا راج نہیں
وہ مسرت وہ ابتہاج نہیں — ان کو اب کوئی کام کاج نہیں

حضرت شاداب کہاں عالی

خواجہ راجہ بھی ہو گئے ہیں یتیم — ہیں سمجھدار ہوشمند فہیم
شاہِ عثمان کا ان پہ لطف قدیم — دشمنوں سے بچا تو رب کریم

حضرت شاداب کہاں عالی

اپنے مالک پہ جان یہ دینگے — مثل والد زبان یہ دینگے
اچھی باتوں پہ کان یہ دینگے — خاندانی نشان یہ دینگے

حضرت شاداب کہاں عالی

لہ بڑی مہارانی صاحبہ ۔

کام اسٹیٹ کا سنبھالیں گے — فرض احساس کا بھی پالیں گے
پچھلی عزت سبھی سنبھالیں گے — نام اجداد کا اچھالیں گے

حضرت شاد اب کہاں عالی

ان کی شادی کی آرزو دل میں — کہ کرے آ کے جا بہو دل میں
اور پوتے کی جستجو دل میں — رنگ دنیا کی یہ بھی بو دل میں

حضرت شاد اب کہاں عالی

ہیں اسد[1] اور خواجہ حشمت[2] — اور نصر اللہ[3] خواجہ عظمت[4]
یا خدا مل کے رہنے کی ہمت — کر عطا ہے بڑی تری رحمت

حضرت شاد اب کہاں عالی

ان میں دو ہوشیار دو ہیں عقیل — دو ہیں ایسے کہ بھائی ان کے کفیل
اک ملازم ہیں اک نہیں ہیں وکیل — لطف شہ ہو تو ہو گی جلد سبیل

حضرت شاد اب کہاں عالی

شاد کے نام لیوا شاد رہیں — تجھکو یا رب سدا یہ یاد رہیں
صاف دل خالی از عناد رہیں — دور از فتنہ و فساد رہیں

حضرت شاد اب کہاں عالی

[1] آغا خواجہ اسد اللہ خاں صاحب نام صاحبزادہ کلاں [2] نواب خواجہ حشمت اللہ خاں صاحب نام صاحبزادہ خورد [3] خواجہ نصر اللہ خاں صاحب نام صاحبزادہ دوم [4] نواب خواجہ عظمت اللہ خاں نام صاحبزادہ سوم۔

کرشن سلطان کنور تمہیں پیاری ۔ ان کی فرمائشیں تھیں سب جاری
خواہ ہلکی ہوں خواہ ہوں بھاری ۔ وقف ان پر دعائیں تھیں ساری

حضرت شاد اب کہاں عالی

پیارے دل سے تمہیں رتن راجہ ۔ کرکے رکھا تھا کیا جتن راجہ
ان کے جانے کا تھا محن راجہ ۔ چاند کو لگ گیا گہن راجہ

حضرت شاد اب کہاں عالی

سبھی بچے عزیز از جاں تھے ۔ رات دن ان پہ ہوتے قرباں تھے
ان سے وابستہ کیا کیا ارماں تھے ۔ اس محبت کے سب ثنا خواں تھے

حضرت شاد اب کہاں عالی

رات دن اب کہاں ہی محفل شاد ۔ ہر زباں کا بیاں ہے محفل شاد
گو نظر سے نہاں ہے محفل شاد ۔ شان تیری عیاں ہے محفل شاد

حضرت شاد اب کہاں عالی

اب کہاں میں بھٹک کے جاؤں گا ۔ کونسی جا سکون پاؤں گا
لاکھ تڑپوں گا تلملاؤں گا ۔ پھر کہاں سے تجھے میں لاؤں گا

حضرت شاد اب کہاں عالی

۱؎ صاحبزادی نتیجہ خورد ہمشیرہ راجہ خواجہ پرشاد تھیں ۲؎ ہمشیرہ کلاں راجہ خواجہ پرشاد بہادر
۳؎ نام نبیرہ فرزند سلطان کنور صاحبہ ۔

دکھ میں تو نے مری خبر لی تھی　　بارہا گھر پہ آ کے عزت دی
حاسدوں کی نہ ایک تو نے سنی　　دل کی ہر بات کر کے دکھلائی

حضرت شاد اب کہاں عالی

تین دن تین رات تھے بیمار　　میں بھی نزدیک ہی رہا بیدار
تھا نہ معلوم تم ہوئے بیزار　　اور محبت کا ہوگا ایسا شعار

حضرت شاد اب کہاں عالی

بہشتی میں بھی میرا نام لیا　　آپ نے یہ ثبوت خاص دیا
میں نے کچھ کام آپ کا نہ کیا　　اک محبت کا جام تھا کہ پیا

حضرت شاد اب کہاں عالی

آپ کو اب کہاں سے لاؤں میں　　سر پہ آنکھوں پہ پھر بٹھاؤں میں
سرگزشت اپنی کہہ سناؤں میں　　ایسی قسمت کہاں سے پاؤں میں

حضرت شاد اب کہاں عالی

آپ تھے آفتاب حضرت شاد　　آپ تھے ماہتاب حضرت شاد
درِ معنی کی آب حضرت شاد　　اور تھے لاجواب حضرت شاد

حضرت شاد اب کہاں عالی

کاش دنیا میں آپ رہ جاتے   ہم سے مر جاتے یا کہ بہہ جاتے
آپ گر ہم سے کاش کہہ جاتے   ہم بڑے سانحہ کو سہہ جاتے

حضرت شاد اب کہاں عالی

کیا خبر تھی کہ منہ کو موڑیں گے   اسقدر جلد رشتے توڑیں گے
رو کے ہم آنکھیں اپنی پھوڑیں گے   یہ طریق وفا نہ چھوڑیں گے

حضرت شاد اب کہاں عالی

دل میں آتا ہے بار بار کہوں   حضرت شاد کا کلام سنوں
اور سنکر دعائیں دل سے دوں   جب نہ پاؤں تمہیں سر اپنا دھنوں

حضرت شاد اب کہاں عالی

لوگ آتے تھے چھوڑ کر پونا   اک سعادت تھی سنگ در چھونا
تم سے غم سب کا ہو گیا دونا   تم گئے ہو گیا جہاں سونا

حضرت شاد اب کہاں عالی

کاش میں تجھ سا نیک خو ہوتا   گل الفت کا رنگ و بو ہوتا
دل کو میں چیرتا تو تو ہوتا   تو ہی واللہ ہو بہو ہوتا

حضرت شاد اب کہاں عالی

طول رکھتی ہے داستانِ غم　　آہ ہے دل کی اور فغانِ غم
بھرا حباب ارمغانِ غم　　ختم کر عالیؔ اب بیانِ غم

حضرت شاد اب کہاں عالی

ہے کہاں تاب اور تواں عالیؔ　　ہے کہاں طاقتِ بیاں عالی
شاد صوفی ہیں اب نہاں عالیؔ　　کر گئے تجھ کو نیم جاں عالی

حضرت شاد اب کہاں عالی

قطعۂ تاریخ وفات مہاراجہ یمین السلطنت بیکنٹھ باشی علیہ الرحمۃ

دکن میں مہاراج تھے مثل جمشید　　کہ ان کے یہاں ہوتی تھی روز و شب عید
امیروں میں ذی مرتبہ و ذی حشم تھے　　ہر اک کی انہی سے بر آتی تھی امید
یہ مالک کے اپنے بہی خواہ سچے　　رہی شاہ عثمان کی ہر وقت تائید
وہ شاعر سخنور ہنرور تھے کارِ دل　　وہ ہر شئے کی کرتے تھے معقول تنقید
بہت خوبیاں تھیں کہاں تک گناؤں　　کہ دشمن بھی ان کا نہیں کرتا تردید
نہیں حضرت شاد کی اب وہ محفل　　ترستی ہیں آنکھیں میسر کہاں دید

لکھو خونِ دل سے یہ تاریخ عالیؔ
وا آج آہ مہراج نے داغ جاوید
۱۳　　ہجری　　۵۹

قطعۂ تاریخ

از

رائے پرتھی راج صاحب ہمشیرہ زادہ راجہ نرسنگھ راج بہادر عالی

افسر زراعت بودھن

شاد شاداں سوگئے فرحت کی نیند
حسنِ سیرت سے ملی جنّت کی نیند
شان و شوکت جاہ و حشمت چھوڑکر
شادؔ صادق سوگئے راحت کی نیند

۱۳ ف ۴۹

عالم
(١٤٠)

۸۹۱ ع م ٣١٤

DUE DATE